آٹھ رکعات تراویح
کا
تنقیدی جائزہ

ازقلم

مولانا محمد یوسف رضا قادری

فاؤنڈر ایم۔یو۔ایف۔

ٹرسٹی جامعہ حضرت نظام الدین اولیاء۔دہلی

شائع کردہ

مسلم یونیٹی فاؤنڈیشن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

ہر سال رمضان کے مقدس مہینے میں غیر مقلدوں کی جانب سے تراویح کے متعلق پمفلٹ تقسیم کیا جاتا ہے۔جس میں قلم کی ساری توانائی اس بات پر صرف کی جاتی ہے کہ تراویح آٹھ رکعات ہی حدیث صحیح سے ثابت ہے اور بیس رکعات کا ثبوت کسی صحیح حدیث سے نہیں ہے بلکہ بیس رکعات پڑھنا بدعت وحرام ہے۔

کبھی یہ چیلنج کیا جاتا ہے کہ جو آٹھ رکعات تراویح کو غلط ثابت کر کے بیس رکعات تراویح کا ثبوت کسی صحیح حدیث سے دیدے اسے انعام دیا جائیگا۔ چیلنج کرتے وقت وہ اس خوش فہمی میں مبتلا ہوتے ہیں کہ گویا چند سطروں میں انہوں نے بیس رکعات تراویح پڑھنے والوں کی بساط ہی الٹ دی ہے۔اور آٹھ رکعات تراویح تسلیم کیے بغیر بدعت کے الزام سے بچنا ناممکن ہے۔

اس قسم کا پمفلٹ پڑھ کر ایک عام مسلمان جہاں حیرت واستعجاب کا مجسمہ بن جاتا ہے وہیں اس کے ذہن کی سطح پر یہ سوال بھی گردش کرنے لگتا ہے کہ کیا آٹھ رکعات والی حدیث آج معرضِ وجود میں آئی ہے اور امت کے ایک اجماعی عمل کی تردید کر رہی ہے۔۔۔؟ اگر ایسا نہیں ہے تو پھر صدیوں سے عرب وعجم میں مسلمان بیس رکعات تراویح کیوں پڑھ رہے ہیں۔۔۔؟ کیا عہد فاروقی سے آج تک چودہ سو سال کے طویل عرصے میں کوئی اس حدیث کو سمجھنے والا پیدا نہ ہوا؟

یہ وہ شبہات ہیں جو غیر مقلدوں کی پیش کردہ حدیث کو تراویح سے متعلق تسلیم کر لینے کی صورت میں جنم لیتے ہیں۔

اُجالے کی طرف:

آٹھ رکعات کے ثبوت میں غیر مقلدین جب بخاری اور مسلم کی ابوسلمہ بن عبدالرحمن والی حدیث پیش کرتے ہیں تو مجھے ان کی فہم وبصیرت کے افلاس پر ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے۔اس لئے کہ مذکورہ حدیث کا تراویح سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے

۔ یہ حدیث تو تہجد کے معمول کو ظاہر کر رہی ہے اگر دین کی تھوڑی بصیرت بھی ہوتی اور اس کی روشنی میں اس حدیث پاک پر غور کرتے تو کبھی اپنے دعوے کی دلیل کے طور پر اس حدیث کو پیش کر کے بچکانہ ذہنیت کا ثبوت نہ دیتے۔

اب آپ بصیرت کی نگاہوں سے اس حدیث کا مطالعہ کریں جسے غیر مقلدین آٹھ رکعات تراویح کے ثبوت میں پیش کر رہے ہیں۔ تھوڑی ہی دیر میں آپ کی قوت فیصلہ پکار اٹھے گی کہ اس حدیث میں نبی کریم ﷺ کے تہجد کے معمول کو بیان کیا گیا ہے نہ کہ تراویح کے۔

عن ابی سلمة بن عبد الرحمن انه سئال عائشة كيف كانت صلوة رسول الله صلى الله عليه وسلم فى رمضان؟ فقالت: ما كان يزيد فى رمضان ولا فى غيرها على احدى عشرة ركعة ...... فقالت عائشة فقلت يا رسول الله، أتنام قبل ان توتر؟ قال يا عائشة، ان عينى تنامان ولا ينام قلبى"

ترجمہ: ابوسلمہ بن عبدالرحمن نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے پوچھا کہ رمضان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کیسی تھی؟ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم۔ رمضان ہو یا غیر رمضان۔ گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ حضرت عائشہ عرض گزار ہوئیں کہ یا رسول اللہ! کیا آپ وتر سے پہلے سو جاتے ہیں؟ فرمایا۔ اے عائشہ! میری آنکھیں سوتی ہیں اور دل نہیں سوتا۔

فی رمضان ولا فی غیرہ (رمضان ہو یا غیر رمضان) حدیث کے اس حصے پر غور فرمایئے گا اگر یہ آٹھ رکعات تراویح پر دلالت کر رہی ہے جیسا کہ غیر مقلدین کا دعوی ہے تو پھر سال بھر تراویح کا حکم ثابت ہو جائے گا۔ اس لئے کہ یہ معمول رمضان اور غیر رمضان دونوں کا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ غیر رمضان میں تراویح کا کوئی قائل نہیں

ہے۔

اس لئے ماننا پڑے گا کہ یہ حدیث تہجد کے معمول کو ظاہر کر رہی ہے کہ نبی کریم ﷺ رمضان ہو یا غیر رمضان تہجد آٹھ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھا کرتے تھے اسی لئے فقہا نے فرمایا ہے، جسے تہجد کے لئے رات میں اٹھنے کا یقین ہو تو وہ عشاء کی فرض ادا کرنے کے بعد وتر نہ پڑھے اور جب رات میں تہجد کے لئے بیدار ہو تو نماز تہجد ادا کرنے کے بعد وتر پڑھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

مذکورہ حدیث کا آخری حصہ بھی اس بات پر بھرپور دلالت کرتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے عرض کی، یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم آپ وتر سے پہلے کیوں سو جاتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اے عائشہ! میری آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتا۔

معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں سو جاتے اور پھر شب کے آخری حصہ میں بیدار ہو کر یہ نماز (جس کا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا تذکرہ فرما رہی ہے یعنی تہجد) ادا فرماتے۔ سونے کے بعد اٹھ کر تراویح نہیں تہجد پڑھی جاتی ہے۔

اتنے واضح قرائن کے ہوتے ہوئے کیا اب بھی اس حدیث سے تراویح کی رکعتیں ثابت کرنے کی کوئی گنجائش باقی رہ جاتی ہے۔

آرام کی خاطر اب بھی غیر مقلد مولویوں کا نفس آٹھ رکعات تراویح پر بضد ہے تو میں ان سے ایک سوال کرتا ہوں وہ جواب دیں۔

مذکورہ حدیث حسب ذیل کتابوں میں بھی نقل کی گئی ہے مثلاً مسلم، ترمذی، ابوداؤد، مؤطا امام مالک، مصنف عبدالرزاق، صحیح ابن خزیمہ وغیرہ۔ مگر آپ کو حیرت ہوگی کہ ان میں سے کسی ایک محدث نے بھی اسے باب التراویح میں نقل نہیں کیا ہے۔ سارے محدثین نے اسے باب التہجد میں نقل کیا ہے۔ اگر اس روایت کا تعلق تراویح سے ہوتا تو کیا وجہ ہے کہ ان تمام محدثین میں سے کسی ایک نے بھی اسے باب التراویح میں نقل نہیں کیا؟ یہ اس بات کی بین دلیل ہے کہ ان تمام محدثین کے نزدیک بھی اس

حدیث میں رسول اکرم ﷺ کا جو معمول بیان کیا گیا ہے وہ تہجد ہے۔

اور رہا امام بخاری کا حال تو انہوں نے اسے باب التراویح میں بھی نقل کیا ہے اور باب التہجد میں بھی۔ اگر روایت کا تعلق صرف تراویح سے ہوتا تو امام بخاری پھر اسے باب التہجد میں نقل نہیں فرماتے، اس سے یہ صاف ہوگیا کہ امام بخاری خود بھی اس بات کے قائل ہیں کہ اس روایت میں جو معمول بیان کیا گیا ہے وہ معمول تہجد ہے۔

اور رہا یہ سوال کہ پھر امام بخاری نے اسے باب التراویح میں کیوں نقل کیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری ایک ہی حدیث کو کئی کئی باب کے تحت لاتے ہیں۔ امام بخاری کا یہ نظم بخاری پر گہری نظر رکھنے والے اچھی طرح جانتے ہیں، اگر باب سے حدیث کے کسی جز کا بھی تعلق ہو تو امام بخاری اس روایت کو اس باب کے تحت بیان کردیتے ہیں۔ تہجد کی یہ روایت امام بخاری نے باب التراویح میں بھی اس لئے نقل کردی کہ حدیث میں ہے کہ سائل نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا تھا کہ رمضان میں حضور کی نماز کیسی ہوتی تھی۔ تو باب سے ایک جز کی مطابقت موجود تھی اس لئے امام بخاری نے اسے باب التراویح میں بھی نقل کردیا جس سے غیر مقلدوں کو یہ دھوکا ہوا کہ اس حدیث کا تعلق تراویح سے ہے۔

اگر اب بھی کسی کو بات سمجھ میں نہ آئی ہو تو وہ مجھے اس سوال کا جواب دے دے کہ اگر اس حدیث کا تعلق آٹھ رکعات تراویح سے ہے تو مسلم، ترمذی، ابوداؤد، مؤطا امام مالک، مصنف عبدالرزاق، صحیح ابن خزیمہ وغیرہ کے مصنفین نے اسے باب التراویح میں نقل نہ کرتے ہوئے باب التہجد میں کیوں نقل کیا؟ یہ کس بات کی علامت ہے۔

امام ترمذی نے اسے تراویح کے باب میں نقل کرنے کے بجائے تہجد کے باب میں کیوں نقل کیا؟

اس سے روز روشن کی طرح عیاں ہوگیا ہے کہ امام مالک اور امام ترمذی (رحمہااللہ) علم حدیث کے ان دونوں اماموں کا یہی موقف ہے کہ اس حدیث کا

تراویح سے کوئی تعلق نہیں بلکہ تہجد سے تعلق ہے اس لئے تو انھوں نے اسے باب تہجد میں نقل کیا۔

دوسری روایت کی حقیقت

آرام پسند مولوی اپنے آرام دہ مسئلے کی تائید میں مؤطا کی یہ حدیث بھی پیش کرتے ہیں۔

عن محمد بن یوسف عن السائب بن یزید؛ انه قال، امر عمر بن الخطاب ابی بن کعب و تمیم الداری ان یقوما للناس باحدی عشرة رکعة۔

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب اور تمیم الداری کو حکم دیا کہ لوگوں کو گیارہ رکعات پڑھائیں۔

ہمارے نزدیک یہ روایت اس لئے قابل حجت نہیں ہے کہ اس میں ایک راوی محمد بن یوسف ہے، ان کی روایت میں سخت اضطراب ہے۔ جس کی تفصیل فتح الباری جلد چہارم میں دیکھی جاسکتی ہے۔ مؤطا امام مالک میں ان سے گیارہ رکعات مروی ہیں اور محمد بن نصر مروزی نے انھیں سے تیرہ رکعات نقل کی ہیں اور محدث عبدالرزاق نے انھیں سے اکیس ۲۱ رکعتیں نقل کی ہیں۔

لہذا نقصِ اضطراب کی وجہ سے محمد بن یوسف کی کوئی روایت معتبر نہیں۔ افسوس ہے! غیر مقلدین کو اپنے نظریئے کی تائید میں کوئی حدیث مل جائے تو اضطراب جیسے نقص کو بھی نظرانداز کرنے میں تامل نہیں کرتے۔ اور ہماری مؤید حدیثوں میں طرح طرح کے کیڑے نکالتے ہیں کہ ضعیف ہے، منکر ہے۔ مؤطا امام مالک کی مذکورہ بالا روایت جہاں سے نقل کی گئی ہے اسی کے نیچے بیس رکعات والی روایت بھی موجود ہے۔

عن یزید بن رومان انه قال؛ کان الناس یقومون فی زمان عمر بن الخطاب فی رمضان، بثلاث و عشرین رکعة۔

(موطا امام مالک کتاب الصلوۃ فی رمضان)

ترجمہ:۔ یزید بن رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں رمضان میں لوگ تیئیس ۲۳ رکعات (بیس ۲۰ تراویح تین ۳وتر) نماز پڑھتے۔

افسوس ہے بیس ۲۰ر رکعات تراویح کی یہ قوی روایت غیر مقلد مولویوں کو نظر نہیں آئی۔ ممکن ہے مسلکی عصبیت نے آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہو اس لئے انھیں اپنے مقصد کی روایت نظر آ گئی لیکن۔۔۔۔۔۔۔

اجماعِ اُمّت

اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ غیر مقلد فرقے کے پاس آٹھ رکعات تراویح کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ صرف سستی شہرت حاصل کرنے اور لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے کچھ کمزور روایتیں معنوی تحریف کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ آٹھ رکعات تراویح میں بڑا آرام ہے اس لئے آرام پسند اور نماز میں تھکے جی سے کھڑے ہونے والے لوگ ضرور ہمارے دام فریب میں آجائیں گے۔ ورنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے سے آج تک پوری امت حل وحرم میں ۲۰ر رکعات تراویح پڑھتی چلی آرہی ہے اور چودہ سو سال کے عرصے میں عرب وعجم کے کسی محدث، کسی فقیہ نے اس کی مخالفت نہیں کی۔

حرمین شریفین کا معمول

حال یہ ہے کہ ۱۹۲۵ء میں حرمین شریفین پر وہابیوں کا تسلط ہو گیا لیکن اس کے باوجود اُن کی جرأت نہ ہوسکی کہ وہ امت مسلمہ کے اِس قدیم معمول کی مخالفت کر سکیں یا اسے بدل سکیں اور آج تک حرمین شریفین میں بیس رکعات ہی تراویح ہو رہی ہے۔ اب میں کچھ اجلّہ محدثین اور علمائے امت کے اقوال نقل کر رہا ہوں۔ جس سے آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ ۲۰ر رکعات تراویح پر کتنے علماء، محدثین نے اپنی مہر تصدیق ثبت فرما دی ہیں۔

۱) **امام ترمذی کا موقف:** تیسری صدی ہجری کے عظیم محدث امام ابو عیسی محمد ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (جن کی کتاب ترمذی شریف صحاح ستہ[1] میں شمار کی جاتی ہے) فرماتے ہیں

اکثر اھل العلم علی ماروی عن علی و عمر وغیر ھما من اصحاب النبی صلی اللہ تعالی وسلم عشرین رکعۃ وھو قول سفیان الثوری وابن المبارک والشافعی رحمھم اللہ۔

(ترمذی باب ماجاء فی قیام شہر رمضان)

ترجمہ: اکثر علماء کا اسی پر عمل ہیکہ تراویح بیس رکعات ہے جیسا کہ حضرت علی اور حضرت عمر اور کئی دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے اور سفیان ثوری اور عبداللہ ابن مبارک اور امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم بھی فرماتے ہیں (کہ تراویح بیس رکعات ہے)

۲) **امام شافعی کا موقف:** امام ترمذی، ترمذی شریف میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت نقل فرماتے ہیں۔

وقال الشافعی:و ھکذا ادرکت ببلد نابمکۃ یصلون عشرین رکعۃ۔ (ترمذی باب قیام شہر رمضان)

ترجمہ: اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم نے اپنے شہر مکہ شریف میں لوگوں کو ۲۰ر رکعات تراویح پڑھتے ہوئے پایا ہے۔

۳) **امام بیہقی کا موقف:** چوتھی صدی ہجری کے عظیم محدث ابوبکر احمد بن حسین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی مشہور کتاب بیہقی شریف میں حدیث نقل فرماتے ہیں۔

عن سائب بن یزید قال،نقوم فی زمن عمر بن الخطاب بعشرین رکعۃ والوتر۔

ترجمہ: حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالی عنہہ نے فرمایا ہم صحابہ کرام حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہہ کے زمانے میں بیس رکعات تراویح اور وتر پڑھا کرتے تھے۔

۴) علامہ ابن عبدالبر کا موقف:۔ علم حدیث کے مشہور امام علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

قال ابن عبدالبر وهو قول جمهوراالعلماء وبه قال الكوفيون والشافعي و اكثر الفقهاء وهوالصحيح عن ابی بن كعب من غير خلاف من الصحابة۔

(عمدۃ القاری شرح بخاری)

ترجمہ: علامہ ابن عبدالبر نے فرمایا کہ (بیس رکعات تراویح) جمہور علماء کا قول ہے علماء کوفہ امام شافعی اور اکثر فقہاء کرام یہی فرماتے ہیں اور یہی صحیح ہے۔ ابی بن کعب سے مروی ہے کہ اس میں صحابہ کا اختلاف نہیں۔

۵) علامہ ابن حجر عسقلانی کا موقف: علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ جنھیں علوم دینیہ کا ناپیدا کنار سمندر کہا جاتا ہے۔ بیس ۲۰ رکعات تراویح کے متعلق وہ فرماتے ہیں۔

اجماع الصحابة على ان تراويح عشرون ركعة

ترجمہ: صحابہ کرام کا اس بات پر اجماع ہے کہ تراویح بیس ۲۰ رکعات ہے۔

۶) امام غزالی کا موقف: احیاء العلوم جلد اوّل امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وهی عشرون ركعة يعنی تراويح۔

ترجمہ: اور وہ یعنی تراویح بیس ۲۰ رکعات ہے۔

۷) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا موقف: شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ پر غیر مقلدین بھی اعتماد کرتے ہیں۔ حجۃ اللہ البالغہ جلد دوم میں فرماتے ہیں۔

عددہ عشرون رکعۃ۔ یعنی تراویح کی تعداد بیس ۲۰ رکعات ہے۔

اللہ اکبر!! دیکھ رہے ہیں آپ۔۔۔! کتنے محدثین اور علمائے اُمّت بیس رکعات تراویح کی شہادت دے رہے ہیں۔ غیر مقلدین کے باطل اور آرام دہ نظریئے کی تائید کرنے کے لئے کیا آپ اتنے محدثین کی شہادتوں کو جھٹلا سکتے ہیں؟

قارئین کرام آپ کے تعلق سے میرا احسن ظن یہی ہے کہ آپ اتنے محدثین اور علمائے اُمّت کی شہادتوں کے مقابلے میں کبھی جاہل ملّاؤں پر اعتماد نہیں کریں گے۔ جو امت کے ایک مسلّمہ اور اجماعی مسئلہ کو بدعت اور حرام کہہ رہے ہیں۔ ایک طرف غیر مقلدوں کے اس باطل نظریئے کو دیکھیئے کہ (۲۰) بیس رکعات تراویح بدعت وحرام ہے اور دوسری طرف امت کہ ان اجلۂ علماء کے موقف کو ملاحظہ فرمائیں۔ کیا غیر مقلدوں کے اس باطل نظریئے کو صحیح تسلیم کر لینے کی صورت میں صحابہ کرام علماء اور محدثین کو اس الزام سے بچانا ممکن ہیکہ یہ سب کے سب ایک بدعت وحرام کام میں مبتلا تھے۔

دعوت فکر

یہ بات میری سمجھ سے بالاتر ہے کہ ایک طرف تو غیر مقلدین بیس ۲۰ رکعات تراویح کو بدعت کہتے ہیں اور دوسری طرف ان محدثوں کی کتابوں پر اعتماد بھی کرتے ہیں جنھوں نے بیس ۲۰ر رکعات تراویح کو اپنی کتابوں میں جگہ دی ہے۔ یہ امام ابوعیسیٰ ترمذی نے بیس ۲۰ر رکعات تراویح کی روایتیں اپنی کتاب ترمذی شریف میں نقل کی ہیں۔ اور ان کی یہ کتاب صحاح ستّہ (یعنی حدیث کی معتبر و مستند چھ کتابیں) میں شامل ہے۔ جسے غیر مقلدین بھی تسلیم کرتے ہیں۔ میں پوچھتا ہوں جس کتاب میں ایک ، بدعت کا انتساب صحابہ کی طرف کیا گیا ہو وہ کتاب اور اس کا مصنف کب قابل اعتبار

ہوسکتا ہے۔ یہاں تو حال یہ ہیکہ کوئی راوی مروت کے خلاف کوئی کام کرتا ہے اسکی روایت ضعیف ہوجاتی ہے۔ جوکہ غیر مقلدین کے نزدیک موضوع سے کم نہیں چہ جائیکہ کسی بدعت کا انتساب صحابہ کرام کی طرف کرنے والا۔ غیر مقلد مولویوں کو چاہیئے کہ تنہائی میں بیٹھ کر اس گتھی کو سلجھائیں اور سوچیں کے بیس رکعات تراویح کو بدعت کہہ کر انھوں نے اپنے لئے کتنا خطرناک پھندا تیار کیا ہے۔

کیا یہ بدعت نہیں؟

دوسروں پر بدعت کا الزام لگانے والے اب اپنے آپ کو بدعت کے الزام سے بچائیں۔ میں انہی کے تال وسر میں بدعت کا یہ الزام اُنہی پر الٹ رہا ہوں وہ جواب دیں اور اپنا دفاع کریں۔

آپ لوگ ہر سال رمضان بھر تراویح جماعت سے پڑھتے ہیں جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر میں صرف تین شب تراویح جماعت سے پڑھی ہے۔ اگر ہر سال رمضان بھر تراویح جماعت سے پڑھنے میں کوئی بھلائی ہوتی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جماعت سے ضرور پڑھتے۔ لہذا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب عمر بھر تراویح جماعت سے نہیں پڑھی تو غیر مقلد کیوں پڑھتے ہیں؟ یہ بدعت ہے جس میں غیر مقلد بھی مبتلا ہیں۔ اگر غیر مقلدوں کو یہ الزام بدعت تسلیم نہ ہوتو اپنے اس معمول کے ثبوت میں صحاح ستّہ کی کوئی ایک صحیح حدیث دکھادیں اور ایک لاکھ (100000) روپیہ مجھ سے انعام لے جائیں۔

وصلی اللّٰہ تعالی علی خیر خلقه وعلی اله وصحبه اجمعین۔

محمد یوسف رضا قادری

1